نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اور کیا اُسی کی اتباع ہم نے کرنی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍جنوری ۱۹۸۰ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ہر سال پہلے مہینہ میں مَیں وقفِ جدید کے سال نو کے آغاز کا اعلان کیا کرتا ہوں سو میں آج کر رہا ہوں۔

وقفِ جدید بنیادی طور پر خالصتاً تربیتی ادارہ ہے اور اس کے سپرد یہ کام ہے کہ انسانیت کے آداب جماعتوں میں جو معلم ہیں وہ سکھائیں اور جو اسلام نے بلند اخلاق ہمیں سکھائے جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے اس تعلیم کے مطابق اسلامی اخلاق کے بلند معیار پر جماعت کو لے جانے کی کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام وحشی کو انسان بناتا ہے، انسان کو بااخلاق بناتا ہے، بااخلاق کو روحانی رفعتیں عطا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار تک لے کے جاتا ہے۔ اگر انسانیت نہ ہو تو روحانیت کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان دوسرے جانوروں سے مختلف ہے بنیادی طور پر۔ دوسرے جانوروں میں بھی ایک حد تک سیکھنے کی قوت اور استعداد ہے۔ انسان میں سیکھنے کی بہت حد تک قوت واستعداد ہے۔ اسلام وحشی کو، کرختگی کو، کرختگی والے انسان کو، وحشت دور کر کے نرمی اور رفق پیدا کر کے اور پالش کر کے اور حسن پیدا کر کے ابتدائی طور پر، اسے صحیح معنی میں انسان بناتا ہے۔

چھوٹی سی چیز ہے کھانا کھاتے وقت دوسرے کے احساس کا خیال رکھو۔ اس کا بلاواسطہ روحانی بلندیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن بالواسطہ ہے کیونکہ جب تک انسان انسان نہ بنے روحانی ترقیات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیچ میں مدارج ہیں اور ان کا میں جان کے ذکر نہیں کر رہا۔ ضرورت نہیں۔ کھانا کھاتے وقت دوسروں کا خیال رکھو۔ یہ وحشت جو انسان کی ہے اس کو دور کرتا ہے۔ جانور کھاتے وقت دوسرے کا خیال نہیں رکھتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ گھوڑی اپنے بچے کا بھی خیال نہیں رکھتی۔ مَیں بعض دفعہ باہر نکلتا ہوں تو اپنے ہاتھ سے برسیم ان کو دیتا ہوں۔ تو اگر ساتھ گھوڑی کا بچہ ہو تو حالانکہ گھوڑی کے منہ میں لقمہ ہوتا ہے۔ میرے ہاتھ سے جو اس نے لیا، جب بچے کی طرف کرتا ہوں تو وہ منہ مار کے اس کو بھی چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔ انسان کو جہاں یہ کہا کہ دائیں ہاتھ سے کھا وہاں یہ کہا کہ اگر اکٹھے کھا رہے ہو یا ویسے بھی تو مِمَّا يَلِيكَ (صحیح بخاری کتاب الاطعمة) جو تیرے سامنے ہے، اسے کھا۔ یہ نہیں کہ اِدھر اُدھر ہاتھ مار کے اور پسند کی بوٹیاں، اگر پلاؤ کا تھال ہے تو چن کے ایک شخص کھانا شروع کر دے اور دوسرا شخص جو ہے وہ ہاتھ ہی کھینچ لے۔

ایک ہماری عربی کتابوں میں واقعہ آتا ہے وہ اس وقت مجھے یاد آیا۔ ایک شخص نے لکھا ہے۔ بدّو سردار تھا اس نے لکھا کہ میری بیوی میرے سامنے کھانا رکھتی تھی تو میری بیٹی ساتھ میرے کھایا کرتی تھی۔ وہ کہتا ہے اتنی ذہانت اس میں اور اتنی شرافت اس میں اور ادبِ انسانی سے واقف اور باپ کا خیال رکھنے والی کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جس لقمے کی طرف میری نگاہ اٹھی ہو اس کا ہاتھ اس طرف اٹھ گیا ہو۔ پھر وہ بڑی ہوئی بیاہی گئی اپنے سسرال چلی گئی اور اس کی بجائے اس کا چھوٹا بھائی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا تو اس کا یہ حال تھا وہ کہتا ہے کہ جس لقمے کی طرف میری نظر اٹھتی تھی اس لقمے کی طرف اس کا ہاتھ اٹھتا تھا۔

یہ مثال بتاتی ہے کہ جب پالش ہو جائے ایک حسن، آداب کہتے ہیں اس کو، آداب آجائیں، صحیح، تو فرق پڑ جاتا ہے انسان انسان میں۔ ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ تیار ہو جاتا ہے اخلاقی میدانوں میں آگے بڑھنے کے لئے۔ جس نے آداب نہیں سیکھے وہ اخلاق نہیں سیکھ سکتا جس نے اسلامی اخلاق نہیں سیکھے وہ اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق روحانی میدانوں

میں آگے نہیں بڑھ سکتا آسمانی رفعتوں کو حاصل نہیں کرسکتا۔

عام طور پر ہمارا جو شاہد مبلغ ہے وہ گہرے فلسفوں میں تو جاتا ہے اسلام پر اگر اعتراض کوئی کرے غیر مسلم تو بڑے اچھے جواب دیتا ہے۔ کچھ اس نے سیکھے ہوئے ہوتے ہیں، کچھ اس میدان میں اللہ تعالیٰ سے وہ سیکھتا ہے عین اس وقت جب وہ اعتراض کو سنتا ہے لیکن بہت کم ہیں جو اس طرف توجہ کرتے ہیں کہ ان کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ جماعت کو اسلام کے بتائے ہوئے جو آداب ہیں وہ سکھائیں مثلاً مسجد ہے اس کے آداب ہیں۔ ان کا اخلاق کے ساتھ تعلق نہیں آداب ہیں مسجد کے، وہ آنے چاہئیں، آداب ہیں مجلس کے وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں اس مجلس کے جس میں امامِ وقت بیٹھا ہوا ہو وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں کھانے پینے کے وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں کپڑا پہننے کے وہ آنے چاہئیں۔ اب یہ کہ پہلے دایاں پاؤں جوتے میں ڈالو اور بعد میں بایاں ان کا اخلاق کے ساتھ تعلق نہیں، آداب کے ساتھ تعلق ہے۔ حقیقت بڑی پیاری ہے۔ اس کے پیچھے لیکن تعلق اس کا آداب کے ساتھ ہے۔ کپڑا پہننے کپڑا اتارنے کے آداب ہیں۔ ہزار قسم کے آداب اسلام نے سکھائے۔ ایک تو وقفِ جدید والوں کو چاہیئے کہ وہ آداب کے اوپر بھی کتابیں لکھنی شروع کریں اور میں بتا یہ رہا ہوں کہ زیادہ ذمہ داری معلمین کی آداب سکھانے پر ہے کیونکہ علمی لحاظ سے ان کو ہم نے اس طرح تعلیم نہیں دی اسلام کی قرآن کریم کی تفسیر کی جس طرح مبلغین کو ہم دیتے ہیں یا جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو بار بار پڑھنے والے ہیں خواہ وہ شاہد نہیں ان کو جو علم ہے وہ وقفِ جدید کے معلم کو نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقف جدید کے معلم کی افادیت نہیں۔ وہ عام موٹے موٹے مسائل بھی بتاتا ہے لیکن بنیادی طور پر اس نے پالش کر کے ان کو انسان بنانا ہے۔ وہ انسان جو مسلمان کی حیثیت سے جب دوسروں کے سامنے آتا ہے تو دیکھنے والی نگاہ اس میں اور غیر مسلم میں ایک فرق پاتی اور محسوس کرتی ہے لیکن وضو کا طریق نماز میں کھڑے ہونے کا طریق، ایک نماز پڑھنے کی جو سنتِ نبوی ہے، ایک بڑی لمبی حدیث ہے غالباً بخاری میں ہے جہاں تک مجھے یاد ہے بچپن میں مَیں نے پڑھی تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تقسیم اوقات کیا ہے قیام میں، رکوع، سجدہ، قعدہ، بین السجدتین، جو ہیں اس میں، اس میں بڑی تفصیل سے ذکر ہے کہ

وقفوں کی نسبتیں کیا تھیں وقت کے لحاظ سے جہاں ضرورت ہے اس کی وہ ہمیں بتا دی۔ ایک تو جو تلاوت کی جاتی ہے یا جس کی اجازت دی گئی ہے جتنی لمبی تلاوت کی اس نے وقت بتایا جو دعائیں ہیں انہوں نے وقت بتایا۔ اس کا ایک حصہ تصوف کا رنگ، عشق کا رنگ، مستی کا رنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک ہے دین العجائز، موٹی موٹی باتیں ہیں۔ موٹی موٹی سمجھ والے آدمی جو ایک عام مسلمان کا معیار ہے لیکن جب میں ایک عام مسلمان کا معیار کہتا ہوں تو میں کوئی گری ہوئی چیز کا ذکر نہیں کر رہا۔ وہ عام مسلمان کا معیار بھی آسمانوں کی رفعتوں پر ہمیں نظر آتا ہے۔ کوئی غیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو یہ مسائل بھی وہ بتاتے ہیں آداب بھی انہیں بتانے چاہئیں۔

اور ان کا میں نے بتایا کہ اصل کام تو آداب سکھانا موٹے موٹے پھر مسائل بتانا ہے اور ضرورت اور اہمیت بڑی ہے۔ میرے پاس خط آتے ہیں، جی! ہمارے پاس ایک سال معلم رہا اب کہیں اور بھیج دیا گیا ہے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ یہ تو درست ہے کہ ایک سال آپ کے پاس رہنے کے بعد بھی آپ کو ضرورت ہے۔ ہر وقت وہاں رہنا چاہیئے لیکن اس میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں کہ آپ کے پاس ایک سال رہنے کے بعد جو آپ کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اس دیہاتی جماعت کی ضرورت ہے جہاں ایک سال بھی نہیں رہا وہ۔ رہا ہی نہیں ایک دن بھی۔ اس واسطے وہ بدل کے بھیجنے پڑتے ہیں۔ اگر جتنی جماعتیں پاکستان میں ہیں اتنے معلمین ہوں یا اس سے دگنے ہوں کیونکہ ایک بھی بعض دفعہ نہیں سنبھال سکتا گاؤں کو۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے، تو پھر تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ کہیں کہ جی! ہم سے لے لیا گیا۔ ہمیں دیں لیکن اگر وقفِ جدید کے معلم اپنی تعداد میں تھوڑے اور یہ خدا کے فضل سے بڑھتی ہوئی جماعت اپنی تعداد میں اس کے مقابلے میں بہت بڑی اور ہر آن بڑھنے والی ہو تو معلمین کی تعداد بھی ہر آن بڑھنے والی چاہیئے۔ اگر ان کی تعداد نہ بڑھے۔ ان کی تعداد تو اُس نسبت سے زیادہ بڑھنی چاہیئے کیونکہ وقفہ بڑا ہے یعنی اگر نو سو جماعتیں فرض کریں یا ایک ہزار جماعت ہو اور دو سو معلم ہو تو ان کی تعداد تو اس نسبت سے بڑھنی چاہیئے کہ ایک ہزار بن جائے، اس سے قبل کہ جماعتوں کی تعداد ہزار کی بجائے گیارہ سو بن جائے تو ویسے تو جب وہ گیارہ سو ہو جائے تو پھر گیارہ سو ہونے چاہئیں۔ جب دو ہزار بن جائے تو دو ہزار بننے چاہئیں۔ جب ایک لاکھ بن جائے تو ایک لاکھ معلم ہونا

چاہیئے آپ کے پاس۔

اس وقت کے پیش نظر میں نے ایک آنریری معلم عام کی اصطلاح وضع کر کے کام شروع کروایا تھا لیکن اس کے اندر بعض قباحتیں بھی پیدا ہوگئیں اور ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی۔ اس واسطے آج میں یہ اعلان بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جن کو ہم اعزازی معلم کہتے رہے ہیں ان کو آئندہ سے اعزازی معلم نہیں کہیں گے بلکہ معلم درجہ دوئم ان کو ہم کہیں گے۔ معلم درجہ اول اور معلم درجہ دوم ان کا ہوگا لیکن اس کی طرف جماعت نے توجہ نہیں کی۔ میں نے کہا تھا کہ معلمین کا کافی تعداد میں فوری طور پر حاصل ہونا قریباً ناممکن ہے اس واسطے جو پرانا طریقہ تھا شروع اسلام میں رائج ہوا کہ ہر علاقے سے علاقے کو سنبھالنے کے لئے اور ہر شہر اور قصبہ سے اس کو سنبھالنے کے لئے آدمی ملیں۔ اسی سے یہ نتیجہ عقل نکالتی ہے اس شہر اور قصبہ کو سنبھالنے کے لئے آدمی آنے چاہئیں تا کہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور جو کام معلم کا ہے وہ جا کے کریں۔ یہاں ان کو تین مہینے کا غالباً نصاب تھا ان کا لیکن کتابی نصاب کی طرف توجہ دی گئی اور خود ان کی اپنی تربیت اور ان کے اپنے مزاج کو بدل دینے کے لئے کوشش نہیں کی گئی۔ جو آتا ہے جس کو درجہ دوم کا اب ہم معلم کہیں گے اس کی ذہنیت ایک معلم کی ہونی چاہیئے۔ وہ با تنخواہ نہیں ہے وہ جا کے اپنا کام کرے گا لیکن خالی وقت میں جب مسجد میں آئے گا اس کو ابتدائی آداب اسلام موٹے موٹے مسائل جو ہیں وضو کس طرح کرنا ہے اور نماز کس طرح ادا کرنی ہے وغیرہ وغیرہ موٹے موٹے مسائل سے اس کو آگاہی ہوگی لیکن اس کے اندر یہ جذبہ اگر ہم پیدا نہیں کرتے کہ اس نے جا کے سکھانا ہے اور جہاں کہیں علم کی کمی کے نتیجہ میں عملِ صالح پر دھبہ لگ رہا ہے اس کو دور کرنا ہے۔ علم نہ ہو تو دھبہ لگ جاتا ہے نا۔ وہ مثال تو صادق پوری نہیں آتی لیکن جب ۱۹۶۷ء میں مَیں نے اعلان کیا کہ مسجد تو خدا کا گھر ہے اس کے دروازے ہر موحد کے لئے خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والے کے لئے کھلے ہیں تو افتتاح کے معاً بعد جمعہ تھا تو بتانے والوں نے بتایا کہ ویسے مسجد میں بھی کافی تھے شاید کئی سو آدمی ہوں ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا لیکن ان کو علم نہیں تھا کہ نماز پڑھتے کس طرح ہیں۔ اس واسطے جب ہم رکوع میں گئے تو انہوں نے اِدھر اُدھر بھی دیکھا اور معلوم کر لیا کہ یہ کس طرح رکوع کر رہے ہیں۔ اسی طرح اِدھر اُدھر

دیکھتے رہے وہ۔ لیکن ہم تو نماز میں جب داخل ہوجائیں یعنی نماز شروع ہوجائے تو اس وقت اِدھر اُدھر نہیں دیکھتے۔ وہ جوان کی غلطی تھی وہ عدم عِلم کی وجہ تھی۔ بہت ساری ایسی چھوٹی یا بڑی غلطیاں ہوجاتی ہیں اس لئے نہیں کہ نیت میں فتور ہے اس لئے کہ علم میں نقص پایا جاتا ہے۔ غلطی ہوجاتی ہے ان کو اگر یہ جذبہ ہی نہیں کہ ہم نے جائزہ لیتے رہنا ہے کہ لاعلمی میں جہالت کے نتیجہ میں کوئی ایسی بات کوئی احمدی مسلمان تو نہیں کررہا جو اسے نہیں کرنی چاہیئے تب تو فائدہ ہے ان کا۔ جو میں نے کہا کہ خرابی پیدا ہوگئی وہ میری طبیعت پہ یہ اثر ہے سارے نہیں شاید سو میں سے ایک ہوگا اعزازی معلمین میں سے جن کو پہلے اعزازی کہتے تھے جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ آنریری معلم تو لکھنا شروع کر دیا لیکن اپنے کام کے ساتھ آنریری معلم کے کام کا سو میں سے ایک حصہ بھی نہیں لگایا تو وہ یہ کوئی آنریری ڈگری اعزازی ڈگری نہیں تھی جوان کو دی گئی تھی بلکہ یہ اعزاز ان کو جماعت کی طرف سے ملا تھا کہ وہ معلمین کی طرح اپنی جماعت میں اپنے گاؤں میں کام کریں اور دین کی واقفیت لوگوں میں پیدا کریں اور خدمت کا جذبہ ان کے اندر ہو اور جو اسلام کے اصول ہیں ان پر اپنی جماعت کو چلائیں۔

یہ آداب جو ہیں انسانیت کے اور اخلاق جو ہیں اسلامی، اس سے پہلے صفائی ضروری ہے۔ عقیدہ کی صفائی یعنی بدعقائد کو دور کر کے عقائدِ صحیحہ سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنے کی یا ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنا اور عزم کرنا بدعات کے خلاف جہاد بڑا ضروری ہے۔ اس کے بغیر تو شاید کچھ معجونِ مرکب بن جائے بدعات کا اور اسلامی اخلاق کا لیکن اسلامی اخلاق صحیح معنی میں قائم نہیں ہوسکتے۔ بدعات کے خلاف جہاد جو ہے اس کی بھی بڑی ذمہ داری، اصل ذمہ داری تو ساری جماعت پر ہے لیکن کافی حد تک یہ ذمہ دار ہیں معلم وقفِ جدید کے ان کو ایسی باتوں سے بھی آگاہ ہونا چاہیئے۔ بڑے بڑے آدمی بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ ایک غیر ملک میں ہمارے ہیں نمائندہ انہوں نے تعویذ گنڈا وہاں شروع کر دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ لیکن جب جماعت کو علم ہوا تو ان کو سمجھانے کے لئے انتظام کیا گیا ہے تو بدعات کو دور کر کے اخلاق شنیعہ کو دور کر کے اخلاق فاضلہ قائم کرنا اور بلند اسلامی اخلاق جماعت میں پیدا کرنا یہ ساری جماعت کا فرض ہے وقفِ جدید کا بھی فرض ہے۔

جو بدیاں ہیں اور جن کی طرف اس لئے توجہ نہیں دی جاتی کہ شاید چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں کوئی حرج نہیں۔ اول تو کوئی بدی بھی چھوٹی نہیں۔ اگر ایک چھوٹا سا عمل مقبول ہو جائے وہ انسان کو جنت میں لے جاسکتا ہے تو ایک چھوٹا سا گناہ جو خدا تعالیٰ کے قہر کو بھڑکا دے وہ جہنم میں بھی لے جاسکتا ہے۔ ہمیں اپنی عقل سے کام لینا چاہیئے۔ چونکہ وقفِ جدید کے کام کے متعلق میں اس وقت بات کر رہا ہوں بعض باتیں جو میرے علم میں آئیں ان میں سے ایک کو میں اس وقت لیتا ہوں اور وہ ہے بعض لوگوں میں گالی دینے سبّ وشتم کرنے اور لعنت بھیجنے کی بدعت اور سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو اور تو کوئی کام نہیں ہے صرف اس انتظار میں بیٹھتا ہے کہ ہم کسی کے خلاف بددعا کریں اور وہ فوراً اس کے مطابق دنیا میں اپنی تقدیر کو حرکت میں لائے اور اس کے اوپر اس کا غضب نازل ہو جائے۔

اس کے متعلق میں مختصراً کہنا چاہتا ہوں کہ ساری جماعت یہ عہد کرے کہ کسی پر لعنت کوئی شخص نہیں بھیجے گا۔ نہ غیر انسان پر نہ انسان پر۔ زمیندار جو ہیں وہ اپنے بیلوں کو گالیاں دیتے ہیں مرجائیں۔ توں ایہہ ہوجائے۔ تیرے اوپر خدا دا غضب۔ خوامخواہ غصہ ایک بے زبان حیوان کے اوپر اس کو تو نقصان نہیں پہنچے گا لیکن تمہیں گناہ گار کر گیا وہ تمہارا بیل۔ اتنی اہمیت دی اس چیز کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک سفر میں ایک اونٹ پر قومی سامان لدا ہوا تھا۔ تو ایک دو حدیثیں ہیں ایک میں مالک کا ذکر ہے ایک میں مالکہ کا ذکر ہے۔ اس کے منہ سے نکلا یہ کہ خدا کی لعنت ہو تجھ پر۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں آواز پڑی آپ نے کہا اس اونٹ سے اس سامان کو اتار دو اور یہ اونٹ جو ہے یہاں سے نکال دو میرے قافلے سے اور آگے کبھی اس کے اوپر مسلمان کا سامان نہیں لادا جائے گا۔ (**مسلم کتاب البرّو الصلة باب النھی عن لعن الدواب**) ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسی طرح آوارہ پھرتا رہا یہ اونٹ، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جو آواز تھی اس کو وقت کی امتِ مسلمہ نے اس طرح یاد رکھا کہ کسی نے بھی اس کو پکڑ کے اس کے اوپر پھر اپنا سامان نہیں لادا۔ آپ نے کہا پھر اگر تم معلون اس کو کہتے ہو تو امتِ مسلمہ میں کسی ملعون کی گنجائش نہیں ہے، چاہے وہ انسان ہو چاہے وہ حیوان ہو تو یہ معمولی چیز نہیں ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور فرمایا اس کے جواب میں کہ بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! مشرکین پر بددعا کریں۔ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ تو آپ نے جواب دیا اِنِّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا میں دنیا کی طرف لعنتیں بھیجنے کے لئے مبعوث نہیں ہوا وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً (صحیح بخاری کتاب البرّ و الصلة) میں تو رحمتوں کے ڈھیروں ڈھیر لے کے انسان کی طرف آیا ہوں۔ لعنت کا لفظ ویسے بھی بڑا ہی بھیانک معنی رکھتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف جو بعض لوگ لعنت کو منسوب کرتے ہیں اس سلسلہ میں لعنت کے عربی لغت کے لحاظ سے جو معانی اور مفہوم ہیں ان کو بڑی بسط سے کھول کے شرح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بہت لمبا ہے میں اس وسعت کے ساتھ یہاں نہیں بتاؤں گا آپ کو۔ لعنت کے معنی ہیں دھتکارنا۔ ناراض ہوکر دور کر دینا۔ آخرت میں سزا دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بھی لعنت ہے اور دنیا میں جو شخص ملعون ہو خدا کی نگاہ میں رحمت سے محروم کیا جانا اور مقبول اعمال کی توفیق اسے نہ ملنا اور آرام سے کہہ دیا کہ خدا کی لعنت ہو تم پر۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس دنیا میں خدا کی رحمت سے تم محروم رہو ہمیشہ اور تمہیں کبھی مقبول اعمال کی توفیق نہ ملے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنتیں بھیجنے کے لئے نہیں آیا۔ میں رحمتوں کے سامان پیدا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ تو جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا اسی کی اتباع ہم نے کرنی ہے جو آپ کے ماننے والے اور متبعین کہلاتے ہیں۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اپنے متعلق ہے اور یہ اسوہ ہیں ہمارے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مومن کے لئے بھی آپ کا ارشاد ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:- قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا۔

(ترمذی کِتَابُ البِرِّ وَالصِّلَةِ بَابُ مَا جَاءَ فِی اللَّعْنِ وَ الطَّعْنِ)

ترمذی کی حدیث ہے کہ مومن جو ہے وہ لعنتیں بھیجنے والا نہیں ہوتا۔ وہ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے رحمتوں کو اکٹھا کرنا کچھ اپنے لئے کچھ اپنے ماحول کے لئے اور اس فیضان کو وہ پھیلاتا ہے۔

پھر ترمذی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَ لَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ ۔(الترمذی کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ بَابُ مَاجَاءَ فِي اللَّعْنَةِ) کہ مومن جو ہے وہ۔ طعّان جو ہے اس کے معنے ہیں عیب جو عیب گیر عیب لگانے والا۔ مومن جو ہے وہ۔ دوسروں کے عیب کی تلاش میں نہیں رہتا عیب پکڑتا نہیں دوسروں کے اپنی فکر رہتی ہے اس کو اور عیب لگانے والا نہیں ہے وہ۔ یہ تینوں معنے اس لفظ کے اندر آتے ہیں۔ طعّان کے معنی میں۔ تو مومن آپ نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ دوسروں کے عیب دیکھے۔ اپنے عیب دیکھو اپنا محاسبہ کرو اور استغفار کرو اور خدا کی پناہ مانگو اس سے مدد چاہو کہ تمہارے عیب دور ہو جائیں۔ دوسروں کے عیب دیکھ کے تمہیں کیا خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا لعنت نہیں کرتا ایک مومن۔ جس کے معنے میں ابھی بتا چکا ہوں۔ وہ بددعائیں دینے والا وہ کوسنے دینے والا وہ خیر کی بجائے بدی چاہنے والا وہ سنتِ نبوی سے احتراز کرنے والا اس پر عمل نہ کرنے والا نہیں ہے مومن۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر ہی خیر تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں ایک وقت میں یہ ارادہ کیا کہ طائف شہر جو چالیس میل پر مکے سے ہے وہاں جا کے تبلیغ کریں ان کو۔ شاید وہاں کوئی رجل رشید مل جائے جس پر اثر ہو آپ کی تبلیغ کا۔ قریباً دس دن وہاں ٹھہرے اور جہاں جاتے تھے وہاں بات سننے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایک بہت بڑے رئیس کے پاس گئے اس نے بات سننے سے انکار کیا اور اس نے کہا کہ میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ آپ ہمارا شہر چھوڑ کے چلے جائیں۔ وہ مشورہ نہیں تھا۔ وہ دھمکی تھی۔ جب آپ نے دیکھا یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں آپ باہر نکلے تو شہر کے اوباش اور غنڈے جو تھے وہ ان رؤسائے طائف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیئے۔ جو زبان سے ایذا بھی دے رہے تھے اور جو ہاتھ سے ایذا بھی دے رہے تھے پتھر بھی پھینک رہے تھے۔ آپ زخمی بھی ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے کچھ سوال کئے تو آپ نے فرمایا کہ اس موقع پر ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے یہ کہا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ جو آپ کو پہاڑ نظر آ رہے ہیں میں ان کے اوپر ہوں متعین فرشتہ کہ اگر آپ طائف

کے لئے بددعا کریں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو یوں اکٹھا کردوں، ان کے اوپر، اور یہ پس جائیں جس طرح چکی میں چیز پیسی جاتی ہے۔آپ نے کہا نہیں میں بددعا نہیں کروں گا ان کے لئے۔اس لئے کہ یہ نسل آگے چلانے والی جنس ہے،نوع ہے۔یہ نسل ہے،اس کے بعد ایک اگلی نسل پیدا ہوگی اور ان میں بڑے فدائی اسلام کے پیدا ہوں گے تو آنے والی نسلوں نے اس ظالم نسل کی حفاظت کرلی اس وقت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اذن دیا کہ بددعا کرو اور میں قبول کروں گا۔حکم نہیں دیا۔اذن دیا کہ بددعا کرو میں قبول کروں گا۔اس اذن کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کی کہ اے خدا! تیرے بندوں کے خلاف میں بددعا نہیں کروں گا۔

تو جس کو اذن ہی نہیں،جس کو انذار ہے جو ابھی ہم دیکھیں گے وہ کیسے جرأت کرسکتا ہے۔یعنی عقلاً نہیں کرسکتا،کرجاتے ہیں کئی لوگ۔جس کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچی اور میں یہ باتیں کر رہا ہوں آپ کے ساتھ۔خدا کے بندوں پر لعنت بھیجنا شروع کردیا کوسنا شروع کردیا انہیں۔

طبرانی میں بحوالہ الترغیب والترھیب یہ روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ماحول ایسا تھا کہ اگر کسی شخص کے متعلق ہمیں یہ علم ہوجاتا کہ اس نے اپنے کسی دوسرے بھائی پر مسلمان مومن پر لعنت بھیجی ہے کلمہ اس کے منہ سے نکلا ہے **رأینا ان قداَتٰی بَابًا من الکبائر** تو اسے ہم چھوٹا گناہ نہیں سمجھتے تھے کبیرہ گناہ سمجھتے تھے لعنت کرنا گالی دینا کوسنا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے تجھ پر عذاب نازل کرے یہ کرے وہ کرے۔یہ کبائر میں سے ہے معمولی بات نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔سنن ابی داؤد میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسروں پر لعنت نہ بھیجا کرو۔یہ کہہ کر تجھ پر اللہ کی لعنت پڑے یا یہ کہہ کر کہ خدا کا غضب تجھ پر نازل ہو۔یعنی وہ بھی لعنت میں ہی شامل کیا ہے اس کو یا یہ کہہ کر کہ تو جہنم میں جائے۔**(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی اللعن)**

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت جو ہے تمثیلی زبان میں آپ نے بات کی وہ جاتی ہے اُس شخص کے پاس جس پر لعنت بھیجی گئی ہے اور اگر اس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے پہلے ہی کہ

خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ ملعون ہے تو یہ لعنت بھی اس کو پہنچ جاتی ہے لیکن اگر اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی تو وہ لعنت خدا سے یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب **وُجِّهْتُ اِلٰی فَلَانٍ** مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے لعنت کہتی ہے زبانِ حال سے **فَلَمْ اَجِدْ فِيْهِ مَسْلَكًا** لیکن وہ تو لعنت کا مستحق نہیں مجھے تو کوئی رستہ نظر نہیں آتا کہ لعنت وہاں اس کے اوپر چمٹ جائے **ولم اجد عليه سبيلًا فيقال لها** تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے **ارجعي من حيثُ جئتِ** کہ جو لعنت بھیجنے والا ہے اسی کو جا کے چمٹ جا۔ (**مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰۸**)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ”کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو“۔ یہ فقرہ اس لئے کہا ہے کہ پیچھے سے مضمون ہی ایک ایسا آ رہا ہے ضروری تھا یہ فقرہ کہنا۔

”کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹی ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کر کے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاویں۔“ (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۱)

اور اسی کو لعنت کہتے ہیں سب اعمال نیک اعمال جو ہیں وہ حبط ہو جائیں۔

تو وقفِ جدید کا جو کام ہے وہ تربیت کرنا ہے اور تربیت میں آداب سکھلانا بھی ہے اور اخلاق سکھلانا بھی ہے اور آداب و اخلاق سکھانے کے لئے بُری عادتوں کو چھڑوانا بدعقائد کو مٹا کر صحیح عقائد کا قائم کرنا ہے اور بدخلقی کو مٹا کر اخلاقِ فاضلہ قائم کرنا ہے۔

یہ ایک تنظیم ہے اس کو پیسے کی بھی ضرورت ہے۔ جو گوشوارہ مجھے دیا گیا وقفِ جدید کے آمد و خرچ کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ چار مدیں ہیں ان کی۔ دو چھوٹی سی ہیں، ان کو میں چھوڑ رہا ہوں وہ ہیں بھی ہنگامی نوعیت کی۔ مستقل مدیں ہیں ایک تو چندہ جماعتِ بالغان، بالغان کا نام اس لئے رکھا گیا کہ ایک وقت میں اطفال کے لئے علیحدہ دفتر کھول دیا گیا۔ اس میں قریباً پچاس ہزار کی زیادتی ہے جو اس سال میں جو ۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء کو ختم ہوا۔ کل آمد چندہ بالغان میں

۱۷۱،۶۳،۴ ہے اور دفتر اطفال میں ۸،۹۲۱ کی زیادتی ہے۔ تھوڑی زیادتیاں ہیں لیکن میں نے بتایا ہے کہ معلموں کی بہت ضرورت ہے۔

اور ایک زائد چیز اب میں جو پہلے میں نے بات کرتے ہوئے نہیں بتائی وہ یہ کہ جب میں نے یہ کہا کہ ہر احمدی بچہ جو ہے وہ کم از کم میٹرک تک پڑھا ہوا ہونا چاہیئے تو پہلے جو شرط معلمین کے لئے، وقفِ جدید کے معلمین کے لئے غالباً نہیں تھی، مجھے صحیح نہیں پتہ، لیکن میرا خیال ہے کہ نہیں تھی۔ اگر نہیں تھی تو اب یہ شرط ضرور لگادیں کہ آئندہ جو لئے جائیں وہ کم از کم میٹرک پاس ہوں اور اگر پہلے سے ہی ہے تو ٹھیک ہے۔

اور دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ خالی میٹرک نہ ہو بلکہ تھرڈ ڈویژن میٹرک نہ ہو سیکنڈ ڈویژن کا کم از کم ہو۔ اور اس کے اندر یہ قوت اور یہ استعداد ہو کہ جب وقفِ جدید کا نظام اس کے اخلاص کی چھپی ہوئی تاروں کو حرکت میں لائے اس کی جو خوابیدہ قوتیں ہیں وہ بیدار ہونے والی ہوں یعنی نکھد نہ ہو۔ اگر ہو تو فارغ کر دینا چاہیئے۔ کہیں اور جا کے اپنے پیسے کمائے اور خدمت خلق کا جذبہ اور خدمت خلق کرنے کا جوش اس میں یا موجود ہو یا پیدا کیا جاسکے۔ جس معلم میں خدمتِ خلق کا جذبہ نہیں اور اس کے لئے ہر وقت وہ بے چین نہیں، اور تڑپ نہیں ہے اس میں کہ جہاں دکھ نظر آتا ہے اس کو حتی الوسع دور کرنے کی کوشش کرے وہ ہمارے کام کا نہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور کام کے لئے بنایا ہے تو اچھے معلم زیادہ معلم دیں جب معلم زیادہ ہوں تو جتنی رقم کی ضرورت پڑے اس کے مطابق رقم دیں۔ جو معلم ہیں وہ نیک نیتی اخلاص اور جذبہ کے ساتھ آئیں۔ جو منتظمین ہیں وہ ان کو ابھاریں اور ان کے لئے ایسا نصاب اور ان کی ہدایت کے لئے ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں آداب کے متعلق اور اخلاق کے متعلق شائع کریں اور ان کی ایک نوٹ بک بنادیں سو صفحے کی۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ ڈیڑھ سو صفحہ ہو زیادہ سے زیادہ جس میں اسلام نے جو آداب سکھائے۔ اسلام نے جو اخلاق ہمیں بتائے ان کے اوپر ایک ایک فقرہ ہو باقی تفصیل ان کو زبانی بتادی جائے۔ عثمان فودی جو ایک مجدد گزرے ہیں پچھلی صدی میں شمالی نائیجیریا میں، اس وقت کا جغرافیہ اور تھا ویسے کچھ اور علاقے بھی تھے بیچ میں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے بدعت اور سنت پر۔ اور بڑی اچھی ہے حوالے دے کر حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سنت کے حوالے دے کر مختصر بھی ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے کہیں نہ کہیں تو حدیث سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لینا ہے۔ انہوں نے اپنا استدلال کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے زمانے میں جو استدلال درست تھا اب اس کے اندر کوئی اور بطن چھپا ہوا، سامنے ہمارے نظر آ جائے تو اس کو شامل کرلیں بڑی اچھی کتاب ہے۔

مثلاً انہوں نے کپڑے کے متعلق کہا ایک میں بات بتادوں اگر اسلام ساری دنیا کے لئے ہے اور یقیناً اسلام ساری دنیا کے لئے ہے تو پھر ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے۔ یہ اس میں خشکی جب دماغ میں ہو یہ چیزیں نہیں لیتا۔ ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے۔ اگر کسی ملک کا لباس اس قسم کا ہے کہ اس ننگ کو وہ صحیح طور پر ڈھانپتا نہیں جو اسلام نے کہا ہے ڈھانپو۔ تو اتنی تبدیلی اس لباس میں ہوجانی چاہیئے کیونکہ ایک اور حکم ہے جس کی خلاف ورزی کررہا ہے وہ لیکن یہ کہنا کہ مغربی افریقہ کا لباس اسلامی نہیں باوجود اس کے کہ وہ یہ شرائط پوری کررہا ہے کہ ستر جو ہے اس کو ڈھانک رہا ہے اور پنجاب کا جو لباس ہے وہ اسلامی ہے یا عرب کا لباس جو ہے وہ اسلامی ہے اور یورپ کا لباس اسلامی نہیں۔ یہ بات ہی غلط ہے۔ ساری دنیا کا وہ لباس جو ان شرائط کو پورا کرنے والا ہے وہ اسلامی ہے۔ ہم نے اپنے پورے لباس میں نماز پڑھنی ہے۔ اگر کسی ملک میں ایسا لباس ہے جو نماز پڑھنے میں دقت پیدا کرتا ہے تو اتنا حصہ درستی کے قابل ہے اس کی اصلاح ہوجانی چاہیئے۔ انہوں نے لباس پہ لکھا ہے۔ اصل میں یہ مثال دینے لگا ہوں۔ انہوں نے لکھا ہے پورے حوالے دے کے، سر کا لباس اوپر کے دھڑ کا لباس، نچلے دھڑ کا لباس تینوں کو علیحدہ علیحدہ لیا ہے۔ چھوٹا سا ایک صفحہ پونا صفحہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی پہنی سر پر۔ رومال بھی باندھا سر پر اور اس قسم کا جواب رواج ہے جس طرح عمامہ عرب کا وہ بھی پہنا اور شلوار بھی پہنی، سارے حوالوں کا ذکر کر کے پھر اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یہ ہے کہ جو لباس میسر آئے وہ استعمال کرو بڑا صحیح نتیجہ نکالا ہے اور ساری دنیا کے لئے بڑی عجیب گائیڈنس دے دی جو میسر آتا ہے وہ پہنو۔ ٹھیک ہے اسلام نے کہا ہے بعض ننگ ہیں جن کو اسلام کہتا ہے ڈھانکو وہ ڈھانکنے

چاہئیں۔ اور اگر کوئی ضرورتیں ہیں وہ پوری ہونی چاہئیں۔ اسلام کہتا ہے کہ ایسی طرز نہ ہو کہ نمائش کے خیال سے پہنا جائے۔ضرورت کے لئے نہ ہو بلکہ نمائش کے لئے ہو۔اسلام کہتا ہے کہ نمائش نہیں کرنی۔اس حد تک وہ ٹھیک ہونا چاہیئے۔

تو یہ جو آداب ہیں جو اخلاق ہیں معلم کو موٹے موٹے ہی بتانے پڑیں گے اس کے لئے ایک چھوٹی سی نوٹ بک ان کے لئے تیار کریں اور نوٹ بک کی تیاری میں بھی نمائش نہ ہو سادہ زبان میں ہر بات کو Cover کرنے والی ہو وہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے اور جس رنگ میں، جس لباس میں، جس ذہن کا، جس اخلاق کا، جس روحانیت کا انسان خدا تعالیٰ ہمیں دیکھنا چاہتا ہے ہم وہی بن جائیں۔

پھر حضور انور نے فرمایا:-

کھانسی آ رہی ہے ایک خیال آ گیا۔ ہمارے جلسہ سالانہ کی حسین یادیں اور گہرے اثرات تو چلتے ہیں، سالوں چلتے ہیں اگلے جلسہ تک ان کے اندر اور شامل ہو جاتے ہیں کچھ اس قسم کی چیزیں بھی ہیں مثلاً کھانسی ہوگئی۔اب جلسے کی کھانسی ہے وہ ابھی تھوڑی سی چل رہی ہے خطبے میں نہیں آئی بعد میں آ گئی میرے بھی۔کافی فرق پڑ گیا ہے۔

راستے میں مَیں نے دیکھا کہ دکانیں ہیں جلسے میں ایک ان کا فائدہ تھا ضرورت مندوں کے لئے وہ چیزیں مہیا کر رہی تھیں، کھانے پینے کی، دوسری۔اب وہ چلی گئیں ان کے اثرات پڑے ہوئے ہیں کھنڈر نظر آ رہا ہے۔کھنڈر نہیں رہنا چاہیئے اگلے جمعہ تک کہیں بھی۔ان ملبوں کو خدام الاحمدیہ اٹھا دے اور جس طرح میں نے کہا تھا کہ غریب دلہن کی طرح ربوہ کو سجا دو جلسہ کے استقبال کے لئے۔اب میں کہتا ہوں کہ اس غریب دلہن نے جلسہ کی خدمت کی ہے۔کچھ خدمت میں دھبے پڑ جاتے ہیں۔کہیں داغ پڑ گیا۔سالن گر گیا، کہیں مٹی کا داغ لگ گیا۔پھر اس کو دوبارہ غریب دلہن کی طرح سجا دو تا کہ اس کو یہ شکوہ نہ رہے کہ مجھ سے کام لے لیا اور پھر مجھے بھول گئے آپ۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۸؍ستمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۱ تا ۶)